امام شیخ رضی الدین حسن صغانی محدث لاہوریؒ

۵۷۷ھ ـــــــ ۶۵۰ھ

برِ صغیر میں حدیث کی اشاعت میں امام صغانی کی سعی و کوشش:

برِ صغیر کے علمائے کرام میں امام رضی الدین حسن صغانی پہلے محدّث ہیں، جن کے ذریعہ برِ صغیر میں علم حدیث کی اشاعت ہوئی، اور آپ نے اس فن میں باقاعدہ تصنیف و تالیف کا کام انجام دیا ـــــ علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) لکھتے ہیں:

"شیخ اسمٰعیل کے بعد یہاں ڈیڑھ سو برس تک اندھیر اگھپ چھایا رہتا ہے۔ بالآخر ساتویں صدی کے شروع میں "مشارق الانوار" کے مصنف صغانی نے یہاں علمِ حدیث کی روشنی پھیلائی، مگر یہ روشنی گھر میں کم اور گھر سے باہر زیادہ پھیلی۔ ـــــ الغرض امام صغانی غزنوی لاہوری تنہا محدّث ہیں اور مشارق الانوار اس دیار کی تنہا خدمتِ حدیث ہے، جو اس عرصۂ دراز میں انجام کو پہنچی"[۱]

امام صغانی کا قیام برِ صغیر میں بہت کم رہا، اس لیے یہاں ان کے علوم کا اثر و فیض بھی کم رہا۔ علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) لکھتے ہیں:

"امام صغانی کا تعلق زیادہ تر ملکِ عرب و عراق سے رہا، اس لیے ان کا اثر اِس ملک کے علماء پر بہت کم پڑا ـــــ اور اگر پڑا بھی تو صرف اسی قدر کہ اُن کو اپنے نصابِ تعلیم کے لیے حدیث میں ایک اپنے ہم وطن کی کتاب مل گئی۔

۱؎ مقالات سلیمان ج ۲ ص ۴ - ۵ -

چنانچہ وہ بدستور اپنے علم دانشمندی و علم دانائی میں مصروف رہے۔ منطق و فلسفہ اور علم کلام کے بعد فقہ اور اصولِ فقہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اور یہی سبب ہے کہ اصولِ فقہ جیسا ضروری علم بھی معقولات اور تاویلات کا ضمیمہ ہو کر رہ گیا۔" [۱]

اخلاق و عادات و تدین و متانت:

امام رضی الدین حسن صغانی علم و فضل کی طرح زہد، اتقا، تقویٰ و طہارت اور خیر و صلاح کے بھی جامع تھے۔ حج بیت اللہ سے کئی بار مشرف ہوئے، اور برسوں ان کا قیام خانہ کعبہ کے جوار میں رہا۔ امام صغانی بہت خاموش طبع متین، سنجیدہ اور باوقار تھے۔ زیادہ باتیں نہیں کرتے تھے۔ طبیعت میں بڑی شرافت، انکساری اور حلم تھا۔ اخلاق و عادات میں بہت بلند تھے۔ [۲]

سفارت اور دوسرے عہدے:

امام حسن صغانیؒ نے سفارت کے عہدہ پر متمکن ہونے سے پہلے مختلف اسلامی ممالک کا سفر کیا۔ ۶۱۵ھ میں بغداد گئے، اور وہاں آپ کا قیام کئی سال رہا، بغداد کے قیام کے دوران ایک طرف تو آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور دوسری طرف تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

علامہ عبدالقادر بن احمد قرشی (م ۷۷۵ھ) لکھتے ہیں:

"۳۸ سال کی عمر میں ۶۱۵ھ / ۱۲۱۸ء میں بغداد کی کشش ان کو وہاں لے گئی۔ گو اس زمانہ میں عباسیوں کے عروج و اقبال کا ستارہ ماند پڑ گیا تھا۔ اور تاتاریوں کے سیلاب نے عالم اسلام کو تہ و بالا کر دیا تھا۔ مگر بغداد ان کی زد سے محفوظ تھا، اور اس کی قدیم شان و شوکت باقی تھی۔ امام صغانی کئی برس

---

[۱] ایضاً ص ۵۔

[۲] شذرات الذہب ج ۵ ص ۲۵۰، بغیۃ الوعاۃ ص ۲۲۷، نزہۃ الخواطر ج ۱ ص ۱۲۸۔

تک وہاں مقیم رہ کر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے، مکہ معظمہ بھی پہنچے اور حج و زیارتِ کعبہ سے مشرف ہونے کے علاوہ برسوں بیت اللہ کے جوار میں قیام کی سعادت حاصل کی۔ مؤرخین نے عدن و یمن جانے کی بھی صراحت کی ہے۔ [1]

محی السنۃ مولانا سید نواب صدیق حسن خان قنوجی (م ۱۳۰۷ھ) اور مولانا آزاد بلگرامی نے بھی امام صغانی کے بلادِ اسلامیہ کے سفر کی صراحت کی ہے۔ [2]

امام صغانی نے بطورِ سفیر بھی فرائض سرانجام دیئے۔ علامہ ابن العماد الحنبلی (م ۱۰۷۹ھ) لکھتے ہیں:

"۶۱۷ھ میں خلیفہ معتصم عباسی نے آپ کو بطورِ سفیر ہندوستان بھیجا، یہ سلطان شمس الدین التمش کا دور تھا۔ ۶۲۴ھ میں آپ ہند سے عراق لوٹے، لیکن اسی سال شعبان میں خلیفہ مستنصر باللہ عباسی نے دوبارہ ہندوستان بھیجا۔ اس وقت رضیہ سلطانہ بنت سلطان التمش فرمانروائے ہند تھی۔ مگر آپ کا قیام زیادہ عرصہ نہ رہا اور آپ ۶۲۷ھ میں بغداد واپس چلے گئے۔ [3]

وفات امام رضی الدین حسن صغانی نے ۷۳ سال کی عمر میں ۹ شعبان ۶۵۰ھ/۱۲۵۲ء میں بغداد میں انتقال کیا اور حریم الظاہری میں دفن ہوئے۔ مگر بعد میں آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی نعش مکہ معظمہ لے جائی گئی۔ اور آپ کو مکہ معظمہ میں دفن کیا گیا۔ [4]

تصانیف امام رضی الدین حسن صغانی بلند پایہ محدث اور امام ادب و لغت تھے۔ ان کی تصنیفات کمیت و کیفیت دونوں حیثیتوں سے عمدہ، اور ان کے فضل و کمال کی شاہد ہیں۔

مولانا آزاد بلگرامی کہتے ہیں:

"و تصانیف غرا پرداخت" [5]

---

[1] الجواہر المضیئہ ج ۱ ص ۲۰۱ [2] اتحاف النبلاء ص ۲۴۳، مآثر الکرام ج ۱ ص ۱۸۱۔
[3] شذرات الذہب ج ۵ ص ۲۵۰، نزہۃ الخواطر ج ۱ ص ۱۲۷/۱۲۸، تاریخ اہل حدیث ص ۲۸۲۔
[4] مآثر الکرام ج ۱ ص ۱۸۱، اتحاف النبلاء ص ۲۴۳، تاریخ اہل حدیث ص ۲۸۳ [5] مآثر الکرام ج ۱ ص ۱۸۱،

"شاندار اور عمدہ کتابیں تصنیف کیں"۔
محی السنۃ مولانا سید نواب صدیق حسن خاں قنوجی (م ۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں :
(ترجمہ) "امام صغانی کی تصنیفات ان کے کمالِ علم کا ثبوت ہیں"۔ (اتحاف النبلاء ص ۲۴۳)

[مش]ارق الانوار | امام رضی الدین حسن صغانی حدیث اور لغت میں ممتاز مقام کے حامل تھے۔ علمائے کرام نے حدیث و لغت میں ان کے علمی تبحر کا اعتراف [کیا] ہے، ان کی زیادہ کتابیں لغت پر ہیں، مگر ان کی تصنیفات میں "مشارق الانوار النبویہ من [صح]اح الاخبار المصطفویہ" کو جو شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی، وہ کسی اور کتاب کو نصیب [نہ]یں ہوئی۔

برِصغیر میں مشارق الانوار نویں صدی ہجری تک متداول تھی۔
علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) لکھتے ہیں :

"نویں صدی ہجری تک صرف "مشارق الانوار" کا نسخہ ہندوستان میں نظر آتا ہے۔ سب سے پہلے محمد تغلق کے عہد میں ہمیں یہ آواز سنائی دیتی ہے شمس الدین ترک، مصر سے حدیث کی تین سو کتابیں لے کر ملتان تک اس غرض سے آئے تھے کہ ہندوستان میں مذہب حدیث رائج کریں۔ مگر بادشاہ کا حال سن کر وہ ملتان ہی سے واپس چلے گئے۔ معلوم نہیں حدیث کی یہ تین سو کتابیں کیا تھیں ؟ اس واقعہ کا راوی ضیائے برنی ہے، جو اس عہد کا مشہور مورخ ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ متن حدیث کی اتنی کتابیں تو نہیں ہو سکتیں، شروحِ حدیث اور رجال کی کتابیں ملا کر بھی یہ تعداد پوری ہونی مشکل ہے۔ بہر حال جو بھی ہو، اس واقعہ کا افسوسناک پہلو یہ ہے، کہ اتنا بیش قیمت سرمایہ آکر ہندوستان سے واپس چلا گیا۔

محمد تغلق (المتوفی ۷۵۲ھ) کے براہِ راست تعلقات مصر کی عباسی خلافت سے تھے۔ اس کی طرف سے اس کو حکومت کا فرمان اور خلعت اور علم بھی ملا تھا اور خلیفہ عباسی سے اس نے بیعت بھی کی تھی۔ اس کا قاعدہ تھا کہ جب لوگوں سے بیعت لیتا تھا تو مصر کے خلیفہ عباسی کے فرمان کے ساتھ ساتھ قرآنِ پاک اور مشارق الانوار کا نسخہ سامنے رکھ لیتا تھا، اس سے معلوم ہوتا

ہے کہ اس زمانہ تک ہندوستان میں قرآنِ پاک کے بعد احادیث میں
صرف مشارق الانوار کا وجود تھا۔ جب شاہی کتب خانہ کا یہ حال تھا تو عام
لوگوں کی دسترس کا کیا پوچھنا ہے؟

الغرض شیخ عبدالحق محدّث سے پہلے صرف مشارق الانوار الصغانی
لاہوری المتوفی ۶۵۰ھ کے نسخے اور کہیں کہیں مصابیح (اصل مشکوٰۃ) للبغوی
(المتوفی ۵۱۶ھ) کے نسخے دستیاب ہوتے تھے۔ اور یہی دو کتابیں یہاں
کے علماء کے درس میں تھیں"۔ [۱]

علامہ سید سلیمان ندوی کے بیان کے مطابق ہندوستان میں طویل مدت تک حدیث کی جو کتاب مقبول تھی اور نصابِ درس میں شامل تھی، وہ یہی امام صغانی کی مشارق الانوار ہے اور ہندوستان میں حدیث کی تعلیم کا دار و مدار اسی کتاب پر رہا۔ [۲]

برِصغیر کے علاوہ اسلامی ممالک میں بھی مشارق الانوار قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے اور اسلامی ممالک کے علمائے کرام بھی امام صغانی کی حدیث میں علمی بصیرت اور فضل و کمال کے معترف تھے۔

علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) لکھتے ہیں:

"بغداد میں بیٹھ کر خلیفہ مستنصر باللہ عباسی کے نام سے مشارق الانوار نامی
حدیث کی کتاب تصنیف کی ——— مشارق الانوار مشکوٰۃ کی طرح حدیث
کی مختلف کتابوں کا مجموعہ ہے۔ فرق یہ ہے کہ مشکوٰۃ کی ترتیب فقہی ابواب
پر ہے، اور مشارق الانوار کی ترتیب احادیث کے ابتدائی الفاظ پر ہے
——— علمائے محدثین نے اس کتاب کی بڑی قدر کی، بے شمار لوگوں
نے اس کی شرحیں لکھیں اور خود یہ کتاب مدارس کے نصاب میں داخل ہوگئی"۔ [۳]

مشارق الانوار امام صغانیؒ کی پسندیدہ تصنیف ہے

امام رضی الدین حسن صغانی نے اپنی تصنیفات میں

---

[۱] مقالاتِ سلیمان ج ۲ ص ۷۴، ۷۵۔ [۲] "معارف" اعظم گڑھ جولائی ۱۹۲۹ء ص ۷۔

[۳] مقالاتِ سلیمان ج ۲ ص ۴۔ ۵۔

سب سے زیادہ وقعت "مشارق الانوار" کو دی ہے۔

محی السنۃ مولانا سید نواب صدیق حسن خاں قنوجی رئیس بھوپال (م ۱۳۰۷ھ) نے امام صغانی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام صغانی فرمایا کرتے تھے :

"یہ کتاب مجھے اس قدر پسند ہے کہ میں اس سے روشنی حاصل کرتا ہوں اور اس پر عمل کرتا ہوں"۔ [۱]

اور خود "مشارق الانوار" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :

"یہ کتاب صحت و وثوق اور اعتناء و استفادہ میں میرے اور اللہ کے درمیان حجت ہے اور یہ دنیا میں مدۃ العمر میری رفیق و انیس ہوگی، اور ان شاء اللہ عقبیٰ میں میرے لیے موجبِ شفاعت بنے گی"۔ [۲]

مشارق الانوار کی خصوصیت

فنِ حدیث میں الفاظ کی بحث و تحقیق کی طرح معانی کی بحث و تحقیق کو بھی بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ امام رضی الدین حسن صغانی نے مشارق الانوار میں اس اصول کو پیشِ نظر رکھا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں :

"وامر ثانی یعنی احتیاط در فہم معانی احادیث پس مواد آں نیز از تحقیق امر اوّل [۳] معلوم شد زیرا کہ مشارق الانوار در توضیح معانی احادیث صحیحین و موطا کافی است"۔

"رہا معاملہ دوسرا، یعنی احادیث کے معانی کی فہم میں احتیاط، تو اس کی حقیقت بھی پہلے معاملہ کی تحقیق سے واضح ہوگئی۔ کیوں کہ مشارق الانوار صحیحین اور موطا کی احادیث کے معانی کی توضیح کے لیے کافی ہے۔

مشارق الانوار کا انتساب

امام صغانی نے یہ کتاب عباسی خلیفہ المستنصر باللہ (۶۲۳ھ / ۱۲۲۶ء — ۶۴۰ھ / ۱۲۴۲ء) کی فرمایش پر بغداد میں مرتب کی — جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں "میں نے مشارق الانوار کو خلیفہ مستنصر بن ظاہر عباسی کے کتب خانہ میں مرتب کیا"۔ [۴]

(جاری ہے)

---

[۱] اتحاف النبلاء ص ۱۴۷۔ [۲] مقدمہ مشارق الانوار۔ [۳] عجالہ نافعہ معہ فواید جامعہ ص ۱۶۔
[۴] کشف الظنون ج ۲، ص ۴۳۶ - اتحاف النبلاء ص ۱۴۷۔